© rasailojaraid.com

کیا غزوۂ موتہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی

از مولوی مجیب اللہ صاحب ندوی غازی پوری

عام ارباب سیر و مغازی کی رائے ہے کہ غزوہ موتہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی مگر چند حضرات جن میں حافظ ابن کثیر، موسیٰ ابن عقبہ اور واقدی بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اور غزوات کی طرح اس غزوہ میں بھی فتح ہوئی، مال غنیمت ہاتھ آیا اور لونڈی و غلام بھی اسیر ہوئے۔

ہر فریق اپنے دعویٰ پر دلائل رکھتا ہے، یہاں طرفین کے دلائل ذکر کئے جاتے ہیں ناظرین خود فیصلہ کرلیں گے کہ کس کے دلائل قوی ہیں۔

غزوہ موتہ کا سبب اور واقعہ

۸ھ میں حارث ابن عمر اسلام کے سفیر بن کر شرحبیل ابن عمر کے پاس روانہ کئے جاتے ہیں۔ شرحبیل ان کو قتل کرا دیتا ہے، چونکہ اسلام اپنے فرزندوں کے خون کا بھی محافظ ہے اس لئے داعی اسلام اس کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ایک چھوٹی سی فوج روانہ کی جاتی ہے۔ ادہر سرفروشانِ اسلام سرفروشی کے لئے روانہ ہوتے ہیں ادھر جاسوسوں کے ذریعہ دشمنوں کو اس نقل و حرکت کی خبر لگ جاتی ہے وہ بھی مقابلہ کے لئے میدان میں آجاتے ہیں۔ دونوں فوجیں مقابل ہوتی ہیں، مسلمانوں کے سپہ سالار آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق زید ابن حارثہؓ ہوتے ہیں۔ انھیں شہادت نصیب ہوتی ہے، پھر جعفر طیارؓ اور ان کے بعد عبداللہ ابن رواحہ علم ہاتھ میں لیتے ہیں اور انھیں بھی یکے بعد دیگرے شہادت نصیب ہوتی ہے۔ شاید اس کے بعد مسلمانوں کے پیر اکھڑ جاتے مگر اسلام کی ترکش کا ایک تیر[1] اور باقی تھا جس کا نشانہ کبھی بھی خطا نہیں گیا۔ اس دفعہ بھی وہ نشانہ پر جا لگا اور عین یاس و غم کے وقت اس نے ساری فوج کو یکہ و تنہا فتح و کامرانی کے ساتھ بچا لیا۔

[1] حضرت خالدؓ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس موقع پر ابن اسحاق اور ان کے ساتھ عام ارباب سیر و مغازی یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا لشکر شکست خوردہ میدانِ جنگ سے بھاگ آیا کیونکہ جب لشکر مدینہ پہنچا تو مدینہ کے لوگ بجائے غمخواری و دلجوئی کے (جیسا کہ دیگر غزوات میں کرتے تھے) اس کے اوپر خاک پھینکتے اور یہ کہتے تھے۔ او فرار یو! او فرار یو! یہ سن کر آنحضرتؐ نے ان کی دلجوئی کے لئے یہ ارشاد فرمایا لیسوا[1] بالفرادین ولکنھم الکرارون انشاء اللہ (انشاء اللہ یہ آئندہ حملہ آور رہوں گے) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر لشکر شکست خوردہ نہ آیا ہوتا تو خاک پھینکنے اور ان کو فراری کہنے کے کیا معنی تھے؟ اگر وہ فتحیاب آتے تو ان کی دلجوئی کی جاتی نہ کہ دلشکنی؟ کیا اور کسی غزوہ میں بھی ایسا ہوا؟

دوسری روایت جو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں:۔

ان خالدا حاش بالقوم حتی تخلصوا من الروم و عرب النصارٰی ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا بچنا بہت ہی دشوار ہوگیا تھا مگر حضرت خالدؓ کی جانفشانی اور حسن تدبیر کا نتیجہ تھا کہ پراگندگی کے بعد مسلمان بچکر بھاگ سکے جیسا کہ "تخلصوا" کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔

مگر حافظ ابنِ کثیر اسے تسلیم نہیں کرتے اور فرماتے ہیں غزوۂ موتہ میں بھی مسلمانوں کو دیگر غزوات کی طرح فتح نصیب ہوئی اور وہاں سے بھی مسلمان کامیاب و کامران واپس آئے ان کے شکست نہ تسلیم کرنے کے متعدد وجوہ ہیں۔

سب سے پہلی بات جو وہ اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب مدینہ سے فوج روانہ کی جاتی ہے تو آنحضرتؐ زید بن حارثہ کو امیر جیش مقرر فرماتے ہیں چونکہ وہ غلام تھے اس وجہ سے مسلمانوں میں چہ میگوئیاں ہوتی ہیں حضرت جعفرؓ اٹھکر اعتراض کرتے ہیں آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

وامض فانک لا تدری (تم گزرو تمہیں راز کیا معلوم) جب فوج مدینہ سے روانہ ہوجاتی ہے تو اس کے کئی دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔

فقال اخبرکم عن جیشکم ھذا[2] انھم آپ نے فرمایا میں اس لشکر کے متعلق اطلاع دیتا ہوں کہ وہ

۱؎ ابن ہشام۔ ۲؎ بیہقی عن خالد بن سمیر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انطلقوا فلقوا عدو الله فقتل	لشکر یہاں سے گیا اور دشمنانِ خدا کے مقابل ہوا تو اس
زید شہیدا فاستغفر له ثم	مقابلہ میں سب سے پہلے زیدؓ شہید ہوئے پھر آپ نے
اخذ اللواء جعفر فشد	دعاءِ مغفرت کی پھر جعفرؓ نے ہاتھ میں علم لیا انھوں نے
علی القوم حتی قتل شهیدا	بڑے زور شور سے حملہ کیا آخر کار وہ بھی شہید ہوئے آپ نے
شهد له بالشهادة واستغفر له ثم	ان کی شہادت کی تصدیق اور دعاءِ مغفرت کی ان کے
اخذ اللواء عبد الله بن رواحه	بعد عبد اللہ بن رواحہ نے علم ہاتھ میں لیا اور بڑی ثابت
فاثبت قدميه حتی قتل شهيدا فاستغفر له	قدمی سے لڑے اور انھیں بھی شہادت نصیب ہوئی پھر
ثم اخذ اللواء خالد بن وليد ولم يكن	خالد نے علم لیا وہ پہلے سے امیر مقرر نہیں تھے مگر موقع کے
من الامراء هو امر نفسه ثم قال اللهم	مطابق خود علم ہاتھ میں لیا، اے اللہ یہ تیری تلواروں
انه سيف من سيوفك انت تنصره	میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد کر"

اس روایت کے آخری الفاظ "اللهم انه سيف من سيوفك انت تنصره" سے اتنا صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مدد اور فتح کی دعا فرمائی اس کے ساتھ دوسری روایت بخاری کی ملالی جائے تو اس دعا کی مقبولیت کا بھی پتہ چل جائے گا۔

عن انس بن مالك ان رسول الله	انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے قبل اس کے
نعی زیدا وجعفرا وابن رواحه	کہ میدان سے کوئی خبر آئے زیدؓ جعفرؓ و ابن رواحہؓ کی
للناس قبل ان ياتيهم خبر	شہادت کی خبر لوگوں کو دیدی اور فرمایا کہ پہلے زیدؓ نے
فقال اخذ الراية زيد فاصيب	علم لیا اور وہ شہید ہوئے پھر جعفرؓ نے لیا وہ بھی شہید ہوئے
ثم اخذ جعفر فاصيب ثم اخذ ابن	پھر ابن رواحہؓ نے علم لیا وہ بھی شہید ہوئے حتی کہ اللہ
رواحه فاصيب وعيناه تذرفان	نے اپنی تلواروں میں سے ایک تلوار کے ہاتھوں
حتی اخذ الراية سيف من سيوف	اپنے دشمنوں پر کامیابی عطا فرمائی۔"

الله حتی فتح الله عليهم" (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۱۱ باب غزوہ موتہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان روایتوں سے تصریحی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت خالد نے اپنے ہاتھ میں علم لیا تو آپ نے مدد کی یہ دعا فرمائی (اللھم انہ سیف من سیوفک انت تنصرہ) پھر جب آپ کو اس سے پہلے کہ میدانِ جنگ سے کوئی اطلاع آئے وحی کے ذریعہ خبر لگ جاتی ہے تو پھر آپ مدینہ کے عام مسلمانوں کو ہر ایک کی شہادت کی تفصیلی طور پر شہادت دیتے ہیں اور پھر خالد کے ہاتھوں فتح اور کامرانی کی خوشخبری سناتے ہیں۔

اس تفصیل کے بعد مسلمانوں کی شکست کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خود یہ الفاظ ہیں حتی فتح اللہ علیہم اور وہ بھی وحی کے ذریعہ بتلائے ہوئے الفاظ کیونکہ جس وقت آنحضرتؐ نے یہ ارشاد فرمایا کوئی خبر میدان جنگ سے نہیں آئی تھی۔

مگر یہ بات ذرا سمجھ میں نہیں آتی کہ جب فتح نصیب ہوئی لشکرِ اسلام کامران واپس آیا تو پھر مدینہ کے لوگ ان کامرانوں پر عطر و بخور چھڑکنے کے بجائے خاک کیوں پھینک رہے تھے؟ ان کو فرار یو بھگیڑو! کے خطابات کیوں مل رہے تھے؟ بجائے غمخواری کے دلشکنی کیوں کی جا رہی تھی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود تسلی کے الفاظ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

یہ وہ اشکالات ہیں جو طبعی طور پر ایک شخص کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اور بظاہر ان کا حل بھی کچھ دشوار سا معلوم ہوتا ہے مگر یہ دشواریاں، پیچیدگیاں اور اشکالات تمام روایات کو سامنے رکھنے کے بعد حل ہو جاتے ہیں اور حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

تمام مذکورہ بالا روایتوں کو سامنے رکھنے کے بعد یہ نتیجہ بآسانی نکالا جا سکتا ہے۔

ابن اسحاق جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ روایت بمقابلہ دوسری روایتوں کے کمزور اور مرسل اور غریب ہے اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ کہنے میں ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ ابن اسحٰق کو وہم ہو گیا ہے[1] اور کئی واقعے کو ایک واقعہ تصور کر کے خلط مبحث کر دیتے ہیں جس سے روایتوں کا صحیح مفہوم سمجھنا تقریباً دشوار ہو جاتا ہے اور واقعہ کی اصلی صورت محو ہو جاتی ہے۔

---

[1] ابن کثیر البدایہ والنہایہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واقعہ کی اصلی صورت یوں ہے۔

(۱) جب لشکر اسلام کفار کے مقابلہ میں پہنچا تو مسلمانوں پر ان کی ظاہری[۱] شان و شوکت اور تعداد[۲] کی کثرت کا اثر ہوا اور بعض لوگ مرعوب ہو کر بغیر جنگ میں شریک ہوئے مدینہ واپس آگئے۔

(۲) ان کے واپس آنے کے بعد جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ ثابت قدمی سے لڑے مگر سپہ سالاران اسلام کے پے بہ پے شہید ہونے کے بعد مسلمان اس طرح گھر گئے تھے کہ ان کا نکلنا دشوار ہو گیا تھا۔ حضرت خالدؓ اپنی حکمت عملی سے اس روز لشکر کو کسی طرح بچا لائے جیسا کہ حاش[۳] بالقوم حتی تخلصوا سے معلوم ہوتا ہے اور آپ نے غالباً شدت بلا کے وقت دعا کے الفاظ فرمائے تھے انت[۴] تنصرہ (اے اللہ! تو مدد فرما)

(۳) اس کے بعد دوسرے روز حضرت خالدؓ نے فوج کی ترتیب[۵] بدل دی۔ میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ کی جگہ اسی طرح ساقہ اور مقدمہ کو بدل کر میدان میں آئے فوج کی ترتیب بدل جانے سے کفار نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کو کمک آگئی ہے وہ مرعوب ہونے لگے ان کی ہمتیں چھوٹنے لگیں۔ ادھر حضرت خالدؓ نے پورے زور شور سے حملہ کر دیا جیسا کہ آپ کے ہاتھ سے نو تلواریں[۶] ٹوٹیں یہ اسی دن کا واقعہ ہے۔ کفار پہلے ہی سے مرعوب تھے ان کی طبیعتیں پست تھیں اس نئے حملے کی تاب نہ لاسکے اور شکست خوردہ بھاگے مسلمان چونکہ کافی تھک چکے تھے اس لئے انھوں نے تعاقب نہیں کیا اور آنحضرتؐ کی دعا کی برکت تھی کہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

یہ ہے صورت واقعہ جس کو ابن اسحاق کی غلط فہمی نے ایسا پیچیدہ بنا دیا تھا کہ جس سے کسی قطعی فیصلہ پر پہنچنا نہایت ہی دشوار ہو گیا تھا یہ ابن کثیر ہی کی دیدہ ریزی اور دقیق النظری ہے جنھوں نے اس حقیقت کو واضح کیا۔

نیز اس کی تائید پوری طرح ایک اور واقعہ سے بھی ہو جاتی ہے جس کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے آسانی کے لئے پورا واقعہ بعینہ درج کر دیا جاتا ہے۔

---

[۱] بیہقی۔ [۲] جیسا کہ بعض روایتوں میں دو لاکھ تعداد بتائی جاتی ہے۔ [۳] مفصل روایت اوپر گذر چکی ہے۔ [۴] روایت اوپر آچکی ہے [۵] بیہقی [۶] بخاری شریف غزوہ موتہ ص ۶۱۱ ج ۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عن عوف بن مالك الاشجعی قال
خرجت معہ من خرج معہ زید بن
حارثۃ من المسلمین فی غزوۃ
موتۃ ومددی من الیمن لیس
معہ غیر سیفہ فنحر رجل من
المسلمین جزورًا فسالہ المددی
طابقۃ عن جلدہ فاعطاہ ایاہ
فاتخذہ کھیئۃ الدرقۃ ومضینا
فلقینا جمع الروم وفیھم رجل
علی فرس لہ اشقر علیہ سرج
مذھب وسلاحہ مذھب فجعل
الرومی یغری بالمسلمین وقعد لہ
المددی خلف صخرۃ فمر بہ الرومی
فعرقبہ فخر وعلاہ فقتلہ واخذ فرسہ
وسلاحہ فلما فتح اللہ المسلمین بعث
الیہ خالد یاخذ من السلب قال عوف
فاتیتہ فقلت یا خالد اما علمت
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قضی بالسلب للقاتل قال بلی
ولکنی استکثرتہ فقلت بلتردنہ او
لاعرفنکما عند رسول اللہ صلعم

عوف بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ جو لوگ مسلمانوں میں سے
غزوہ موتہ میں شریک ہوئے میں بھی ان کے ساتھ شریک تھا
اور ایک شخص مددی یمنی بھی تھا اس کے پاس صرف ایک
تلوار تھی ایک شخص نے ایک اونٹ ذبح کیا تو مددی نے اس
سے ایک چمڑے کا ٹکڑا طلب کیا اس نے دیدیا تو مددی
ڈھال کی طرح اسے بنالیا ہم لوگ چلے اور رومی
فوج کے مقابل ہوئے ایک رومی کے پاس ایک گھوڑا
تھا جو سنہری زین اور سنہرے اوزار سے مزین تھا رومی نے
مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو ورغلانا شروع کیا اور
مددی اس کے گھات میں ایک چٹان کا آڑ دیکر بیٹھ گیا
جب رومی ادھر سے گذرا تو اس نے پشت پر سے حملہ کیا
اور اس کے سینے پر سوار ہو گیا اور قتل کر دیا اور سامان
اور گھوڑے کو اپنے پاس رکھ لیا جب مسلمان فتحیاب
ہو گئے تو خالد نے ایک شخص کو مددی کے پاس رومی کا
سامان لینے کے لئے روانہ کیا عوفؓ خالدؓ کے یہاں
آئے اور ان سے کہا کہ اے خالد! تمہیں معلوم نہیں کہ
آنحضرتؐ نے مقتول کا مال قاتل کا بنایا ہے کہا ضرور! لیکن
میں اس مال کو چاہتا ہوں تو میں نے پھر کہا کہ تم اس کو
لوٹا دو ورنہ میں آنحضرتؐ سے کہوں گا لیکن خالد نے
انکار کر دیا جب ہم لوگ آنحضرتؐ کے پاس آئے تو تمام
واقعہ بیان کیا آنحضرتؐ نے فرمایا خالد تم اس کی چیز یں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فابی ان یرد قال عوف فاجتمعنا عند	اسے واپس کردو۔ میں نے کہا خالد! تم پر افسوس ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقصصت علیہ	میں نے پہلے ہی کہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
قصۃ المددی وما فعل خالد فقال رسول اللہ صلعم	فرمایا کہ کیا بات ہے جب میں نے یہ بات کہی تو آنحضرتؐ
یا خالد ارد علیہ ما اخذت فقلت دونک یا خالد	غضب آلود ہوئے اور فرمایا "خالد مت واپس کرو!"
الم اف لک فقال رسول اللہ صلعم وما ذاک	پھر عام لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگ ہمارے امرا
فاخبرتہ فغضب رسول اللہ صلعم وقال	کو چھوڑنا چاہتے ہو ان کی اچھی باتیں تمہارے لئے
یا خالد لا ترد علیہ ھل انتم تارکوا امرائی	مفید ہیں اور بری چیزیں ان کے لئے خود وبال ہیں۔

لکم صفوۃ امرھم وعلیھم کدرۃ (رواہ مسلم وابوداؤد عن جبیر بن نضیر بن عوف)

ان روایتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی مال غنیمت ہاتھ آیا غنیم کے سپہ سالار بھی قتل ہوئے حضرت خالد کے ہاتھ سے ۹ تلواریں بھی ٹوٹیں حضرت خالد نے مداوی سے مال مقتول بھی لیا اور پھر آنحضرتؐ نے واپس کرایا یہ سب کچھ ہوا مگر پھر بھی مسلمانوں کو شکست ہوئی یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔

ان کی تائید اور مزید ثبوت ان اشعار سے بھی ہوتا ہے جس کو قطبۃ بن قتادہ عنزی مسلمانوں کے اس میمنہ نے ایک امیر کے قتل کے بعد فخریہ کہے ہیں۔

طعنت ابن رافلۃ بن الارمش ۔۔۔ برمح مضی فیہ ثم انحطم

ضربت علی جیدہ ضربۃ ۔۔۔ فمال کما مال غصن السلم

وسقنا نساء بنی عمہ ۔۔۔ غداۃ رقوقین سوق النعم

"میں نے ابن رافلہ کو اپنے نیزے سے ایسا کاری زخم لگایا کہ اس وار کے بعد وہ ببول کی ٹہنی کی طرح مڑ کر رہ گیا (یعنی مر گیا) اور ہم اس کے خاندان کی عورتوں کو لونڈی بنا کر صبح کے وقت اونٹوں کی طرح ہنکاتے ہوئے لے گئے۔"

روایتوں کی صحت ان کی تائیدات اور ان اشعار کی موجودگی میں کوئی وجہ نہیں کہ ہم غزوۂ موتہ میں بھی دیگر غزوات کی طرح فتح تسلیم نہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۴۷

© rasailojaraid.com